شرارِ گل فشاں

روزنامہ پاسبان بنگلور

سید احمد شاکر

عباس

بِسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم

شرارِ گُل فشاں

مجموعۂ کلام

سیّد احمد شاکرؔ

ترتیب و تزئین ضیا میرؔ

پیشکش

روزنامہ پاسبان بنگلور

کتاب کا نام :: شرارِ گُل فشاں
نوعیت :: شاعری
مصنف کا نام :: سیّد احمد
تخلص :: شاکر
سرِ ورق :: مصورِ خداداد عباس شریف، میسور
سالِ اشاعت :: 1997
تعداد :: 500
قیمت :: پچاس رُوپئے
مطبع :: "پاسبان" آفسیٹ پرنٹرس، بنگلور
ناشر :: محمد عبید اللّٰہ شریف

مدیر اعلیٰ روزنامہ "پاسبان"، بنگلور 52

جملہ حقوق بحق سیّد احمد شاکر محفوظ

"پاسبان گولڈن جوبلی" سیریز 1

معروضات

جناب مُحمّد عُبید اللہ شریف، ایڈیٹر اِن چیف روزنامہ "پاسبان" نے کچھ عرصہ پہلے ایک مشاعرے میں اعلان کیا تھا کہ ادارۂ "پاسبان" کی طرف سے 10 ایسے شعراء کے مجموعے کلام شائع کئے جائیں گے جن کا کلام اب تک کتابی شکل میں مظہرِ عام پر نہیں آیا ہے - انہوں نے ایسے شعراء کے شعری مجموعے شائع کروا کے انہیں "پاسبان کی گولڈن جوبلی تقریبات" کے موقع پر جاری کروانے کا فیصلہ کیا - اس فیصلہ کو روبہ عمل لانے کے لئے موصوف کی چیر مین شِپ میں پاسبان گولڈن جوبلی پبلیکیشنز کمیٹی تشکیل دی گئی جو درجِ ذیل افراد پر مشتمل ہے -

کنونیر :: ضیاء میر - اراکین :: رازؔ اِمتیاز، صالح منیر، مسعود احمد غضنفرؔ، اکرم اللہ بیگ چودھری جیلانی جمیل، شکیل جاوید، ہدایت اللہ سکندر اور سعید احمد

دس ممتاز مرحوم اور بہ قیدِ حیات شعراء کو منتخب کرنے اور ان کی شعری تخلیقات حاصل کر کے انہیں ترتیب دے کر شائع کروانے کی ذمہ داری اس کمیٹی کو سونپی گئی کمیٹی نے 12 شعراء کو منتخب کر کے ان کے شعری مجموعے شائع کرنے کی سفارش کی جسے چیر مین صاحب نے منظوری دے دی اور ان بارہ شعراء کا کلام حاصل کرنے کی ذمہ داری کمیٹی کے اراکین میں بانٹ دی گئی - کمیٹی کے اراکین اپنی تمام تر کوشش کے باوجود ان تمام بارہ شعراء کا کلام حاصل نہ کر سکے - لہٰذا کمیٹی نے ان شعراء کے شعری مجموعے شائع کرنے کا فیصلہ کیا جن کے کلام کے مسودے حاصل کئے جا سکے - جن شعراء کے شعری مجموعے شائع نہیں کئے جا سکے اس کا کمیٹی کو

افسوس رہا تاہم کمیٹی ان کا کلام حاصل کرنے کی کوشش جاری رکھے گی اور جیسے جیسے ان شعراء کا کلام دستیاب ہوگا انشاء اللہ آئندہ ان کے شعری مجموعے بھی شائع کر دئے جائیں گے۔

کمیٹی کے فیصلہ کے مطابق ہر شعری مجموعے کی پانچ سو کاپیاں 1/8 ڈیمی سائز میں شائع کی گئی ہیں اور ہر مجموعے کی قیمت پچاس روپے رکھی گئی ہے ہر شعری مجموعے کی ایک سو کاپیاں ادارہ "پاسبان" اپنے لئے رکھ لے گا ادارہ "پاسبان" یہ ایک سو کاپیاں فروخت نہیں کریگا بلکہ انہیں لائبریریوں، ادبی اداروں، ادبی رسائل، تبصرہ نگاروں اور ادب نوازوں میں بِلا معاوضہ تقسیم کر دیگا باقی چار سو کاپیاں بہ قیدِ حیات شعرائے کرام اور مرحوم و مغفور شعرائے کرام کے وارثوں کے حوالے کر دی جائیں گی ان شعری مجموعوں کے جملہ حقوق بہ قیدِ حیات شعراء اور مرحوم شعراء کے وارثوں کے حق میں محفوظ رہیں گے۔

شعری تخلیقات کے حصول، ان کی ترتیب و تدوین، کتابت و طباعت میں پبلیکیشنز کمیٹی کے اراکین اور دیگر کئی ادب نواز حضرات نے ادارے کا پُر خلوص تعاون فرمایا ہے جس کے لئے ادارہ ان کا شکر گذار اور ممنون ہے ادارے کو پوری امید ہے کہ اُردو دُنیا میں ان شعری مجموعوں کی خاطر خواہ پذیرائی ہوگی

ادارۂ "پاسبان"

انتساب

والدہ محترمہ جمیل النسا
کے نام جن کی تعلیم و تربیت نے
ذوق شاعری عطا فرمایا اور
جن کی پرخلوص محبت و شفقت
نے مجھے اس قابل بنایا

سید احمد شاگر

تعارف نامہ

نام :: سید احمد

تخلص :: شاکر

تاریخ پیدائش :: 19 اپریل 1927

مقام پیدائش :: سلگٹہ ضلع کولار

والد مرحوم :: سید حیدر

تعلیم :: بی اے آنرز (اردو) ، ایم اے (اردو)

عمر گذشتہ :: لکچرار اور ریڈر اردو شعبۂ اردو ، فارسی

موجودہ مصروفیات :: اردو زبان و ادب کی خدمت

پتہ ، نمبر 88 ، بازار گیٹ ، ایم بی روڈ ،
کولار - 101 563 ، کرناٹک

..... اپنی بات .....

مجھے اپنی شاعری پر نہیں بلکہ اردو زبان و ادب کا خادم ہونے پر فخر ہے - میں نے ایک استاد کی حیثیت سے اردو زبان و ادب کی جس قدر خدمت ہوسکی انجام دی ہے اور آج بھی یہ سلسلہ جاری ہے انشا اللہ تادم زیست جاری رہے گا - ابتدا ہی سے مجھے قابل اساتذہ سے مستفید و مستفیض ہونے کے مواقع بفضل الہی نصیب ہوگئے - پرائمری کی جماعتوں سے لے کر ایم - اے کی سند لینے تک لائق و فائق اساتذہ نے میری رہبری فرمائی ہے - ایس ایس ایل سی کے بعد سے مجھے عالیجناب مولانا مولوی شاہ ابو الحسن ادیب کی سرپرستی حاصل رہی - موصوف مرحوم میرے خُسر محترم بھی تھے اور استاد بھی -

چند باتیں قارئین کی خدمت میں پیش کروں گا ----- شعر وہی اچھا ہے جو عام فہم ہو - شاعر بھی وہی اچھا ہے جو اپنے کلام کے ذریعے انسانی زندگی کی ترجمانی کرے - شاعری بھی وہی اچھی ہے جس میں سچائی اور حقیقت کے ساتھ خلوص کار فرما ہو - زبان سادہ اور آسان ہو ، انداز بیان میں تہذیب و شائستگی پائی جائے - میری شاعری خواہ وہ نظم ہو یا غزل زیادہ تر زندگی کے حقائق کی عکاس و ترجمان ہے - میں نے یہی کوشش کی ہے کہ شاعری میں ادب اور زندگی کے رشتے کو اس طرح مربوط کردیا جائے کہ وہ لازوال بن جائے - میرا نظریہ بھی " ادب برائے زندگی " ہی رہا ہے - میرا بے شمار کلام ایک طرف ناگفتہ بہ حالات کی نذر

ہوگیا تو دوسری طرف میری لاپرواہی کے باعث تلف ہوگیا - اب اس پرکف افسوس ملنا بے سود ہے - فی الوقت جس قدر کلام دستیاب ہے اسی کو غنیمت سمجھتا ہوں -

اگر عالیجناب محمد عبید اللہ شریف جیسی اردو زبان و ادب کی قدردان شخصیت نے عملی قدم نہ اٹھایا ہوتا تو شاید میرا یہ موجودہ کلام بھی زیور طبع سے آراستہ ہوئے بغیر رہ گیا ہوتا - میں موصوف کے اعلیٰ ظرف اور بلند حوصلہ کی داد دئے بغیر نہیں رہ سکتا - ایسے زمانے میں جبکہ ہر انسان اپنے ذاتی مفاد کو پیش نظر رکھ کر زیادہ سے زیادہ دولت کمانے کی دُھن میں لگا ہوا ہے - محترم عبید اللہ شریف صاحب کا یہ اقدام مستحسن اور صد آفریں ہے - بارگاہ رب العزت میں دعا گو ہوں کہ موصوف کو اللہ تعالیٰ صحت و تندرستی کے ساتھ عمر دراز عطا فرمائے - میری رائے میں آپ کی قابل احترام ہستی اردو زبان کی ترقی، بقا اور تحفظ کی ضامن ہے -

میں روزنامہ " پاسبان " سے منسلک ان تمام احباب کا مشکور و ممنون ہوں جن کی پُرخلوص کاوشیں ریاست کرناٹک کے منتخب بارہ شعرائے کرام کے کلام کی تزئین و اشاعت میں کارفرما رہی ہیں - آخر میں جناب عبید اللہ شریف صاحب اور جناب ضیا میر صاحب کنوینر کا شکریہ ادا کرتے ہوئے قارئین سے گذارش کروں کا کہ وہ مجھے اپنی خامیوں سے آگاہ فرمائیں

خادم اردو
سید احمد شاکر

پیش لفظ

صالح منیر، اسوسی ایٹ ایڈیٹر روزنامہ " پاسبان "

...===...===...===...

سید احمد شاکر کا مجموعہ کلام ایک ایسے شعری سفر کا آئینہ دار ہے جس کے دوران وہ سیاسیات و سماجیات کے صحراؤں سے، محبت کے چمنستانوں سے، مذہب و اخلاقیات کے پُرشکوہ کہساروں سے اور حب الوطنی و انسانیت کے ٹھاٹیں مارتے ہوئے سمندروں سے ہوکر گذرے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ان کے کلام میں ایک ایسا تنوع ملتا ہے جو اوروں کے یہاں بہت کم ملتا ہے - خود شاکر صاحب کہتے ہیں " میری شاعری خواہ وہ نظم ہو یا غزل، زیادہ تر زندگی کے حقائق کی عکاس و ترجمان ہے - میں نے یہی کوشش کی ہے کہ شاعری میں ادب اور زندگی کے رشتے کو اس طرح مربوط کردیا جائے کہ وہ لازوال بن جائے - " شاکر صاحب اس کوشش میں کامیاب رہے ہیں - شاکر صاحب کے کلام سے اندازہ ہوتا ہے کہ اُن کی زندگی غموں اور محرومیوں کی ایک طویل داستان ہے چنانچہ وہ بے اختیار پکار اٹھتے ہیں :

اِس جہاں کے سب الم مجھ کو ہی تو نے دے دئے
رنج و غم دے کر مرے لب اس طرح کیوں سی دئے

میری ہر تدبیر بھی اک کاوش بیکار ہے
زندگی کی سانس ہر اک آتش پیکار ہے

" فریاد بحضور رسالت مآب "

شاکر صاحب اس نسل سے تعلق رکھتے ہیں جو تقسیم ہند کے موقعہ پر جوان تھی - تقسیم ہند کے بعد جو قتل و خون کی گرم بازاری ہوئی اور سرحد کے دونوں طرف اقلیتوں پر ظلم و ستم کے جو پہاڑ ٹوٹے ، حسّاس شاعر شاکرؔ نے اس المیہ کا نقشہ یوں کھینچا ہے :

انساں درندہ بن گیا یہ کھیل تھا شیطان کا
امن و اماں غارت ہوئے یہ قہر تھا رحمٰن کا

ماؤں کی حُرمت لُٹ گئی بہنوں کی عزت لُٹ گئی
آن شرافت لُٹ گئی جان شرافت لُٹ گئی

حیوانیت تھی خندہ زن سفاکیت ہنستی رہی
فرعونیت تھی جوش پر انسانیت لٹتی رہی

1947

شاکر صاحب کی نظمیں حالانکہ سیاسی شاعری نہیں ہیں اُس سیاسی اُدھیڑ بن کی مظہر ضرور جو عام انسانوں کی زندگی کے تلنے بلنے ادھیڑ

کر انہیں نِت نئے حالات سے دوچار کرتی ہے - معاشی و سماجی ڈھانچے ٹوٹ جلتے ہیں ، نئے عذاب اور جہنم فروغ پلتے ہیں - ایسے حالات میں جنم لینے والا ذہنی کرب شاکرؔ صاحب کی نظموں میں جھلکتا ہے -

یہ اشعار ملاحظہ فرمائیے :

اخوت ہے نہ ہمدردی فقط باقی ہے شیطانی

جدھر دیکھو اُدھر ہے مفلسوں کے خوں کی ارزانی
خدایا کس قدر بے درد ہے یہ نوع انسانی

نہ ہو جس دل میں ہمدردی اسے شیطان کہتا ہوں
مجھے کہنا ہے جو کچھ میں علی الاعلان کہتا ہوں

" مجھے کہنا ہے جو کچھ "

شاکر صاحب کی اپنے ماحول اور معاشرے پر گہری نظر ہے - وہ جو کہتے ہیں نہ صرف ان کا اپنا کہنا ہوتا ہے بلکہ وہ باشعور انسانوں کے جذبات کی ترجمانی بھی ہے چونکہ ان کی زبان سہل اور سلیس ہے ان کا کہا دل میں اُتر جاتا ہے - شاکر صاحب نے اپنے شعور کی پاسداری کرتے ہوئے جوڑے جہیز جیسی لعنت کی بھی مذمت کی ہے اور محنت کش طبقات کی زبوں حالی پر بھی اپنے دُکھ کا اظہار کیا ہے - جہیز کی لعنت کے سیاق و سباق میں وہ کہتے ہیں :

لڑکیاں تُلتی ہیں سیم و زر کے اب میزان پر
بھینٹ دی جاتی ہیں گویا جھوٹی آن و بان پر

تولتے ہیں اپنے بیٹے سیم و زر میں آج کل
اور بھر لیتے ہیں دولت اپنے گھر میں آج کل

بیچتے ہیں آخرت بھی مال و دولت کے لئے
اِس جہاں کی شان و شوکت جاہ و حشمت کے لئے

" جہیز "

محنت کشوں کا استحصال ترقی پسند شاعروں کا محبوب موضوع رہا ہے - اشتراکیت سے متاثر شاعروں نے --- جن میں اکثر خود سرمایہ دار شامل رہے ہیں - مزدور کو اپنے کلام کا موضوع بنایا ہے اور شوکت لفظی برتتے ہوئے قارئین کو متاثر کرنے کی کوششیں کی ہیں - تاہم بہت کم ایسے شعرا وہ بات پیدا نہ کرسکے جو سیدھے سادے الفاظ میں شاکر صاحب نے پیدا کی ہے -

آج کیا حالت ہے اپنے مُلک کے مزدور کی
پیش کرتا ہوں میں اک تصویر اس مجبور کی

درد و غم ، رنج و الم کی بولتی تصویر ہے
منحصر محنت پہ جس کی قوم کی تقدیر ہے

مر بھی جائے تو نہیں پیسہ کفن کے واسطے
خون دل جس نے دیا اپنے وطن کے واسطے

" مزدور "

اگرچیکہ ملک کے دِگرگوں سیاسی حالات ، فرقہ واریت کے زور ، سماج میں بڑھتی ہوئی بُرائیوں ، اخلاقی انحطاط اور اعلٰی اقدار کے فقدان پر شاکر صاحب ذہنی کرب کا شکار ہیں لیکن وہ مستقبل سے مایوس بھی نہیں ہیں - شدید یاسیت کے شکار شاعر کے کلام میں قنوطیت اور گھٹن کا زہر سرایت کرجاتا ہے لیکن شاکر صاحب کے کلام میں یہ بات ہیں - انہیں اُمید ہے کہ حالات ضرور بہتر ہوں گے اسی توقع پر وہ کہتے ہیں :

کدورتوں نے کردیا جُدا تو ہم کو کیا ہوا
وہ دور اب بھی آئے گا ، گیا ہوا گیا ہوا

مرے عزیز دوستو خدا بھی کوئی چیز ہے
کروکہ رحم تم ذرا ، اگرچہ کچھ تمیز ہے

ہوا خدا کے آج تک نہیں کوئی خدا ہوا
و دور اب بھی آئے گا ، گیا ہوا ، گیا ہوا

" وہ دور اب بھی آئے گا "

مذہبی اداروں اور قومی یکجہتی کی ہندوستانی روایات شاکر صاحب کو عزیز ہیں - انہیں اعتماد ہے کہ صحیح راہ سے بھٹکے ہوئے افراد کبھی تو راہ راست پر واپس آجائیں گے - اِسی برتے پر وہ اپنے ہم وطنوں کو آواز دیتے ہیں :

مرے اہل وطن سنجیدگی سے کام لینا ہے
کہ ہر رنج و مسرت میں ہمیں مُل جُل کے رہنا ہے

ہمیں ہرگز نہیں جذبات کے دھارے میں بہنا ہے
یہ سوچو اس زمیں پر ہی ہمیں مرنا ہے جینا ہے

ہمارا مدعا اپنے وطن کی شان و عظمت ہو
ہمارے مُلک کے دستور کی دنیا میں عزت ہو .

اب آؤ ایک مرکز پر تمہیں آواز دیتا ہوں
سناؤ نغمہ وحدت صدا اور ساز دیتا ہوں

" پیام یکجہتی "

شاکر صاحب میں قومی حمیت کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے اور مذہب سے گہرا لگاؤ بھی - " سلمان رشدی کے نام " کے زیر عنوان ایک نظم میں آپ نے اہانت رسول کے مرتکب ملعون سلمان رشدی کی لعنت

ملامت کی ہے اور عام مسلمانوں کے جذبات کی بخوبی ترجمانی کی ہے - یہ طنزیہ شعر ملاحظہ فرمائیے :

ابلیس لعیں سے کچھ تو بھی تو نہیں ہے کم
وہ تیرا ثنا خواں ہے تو اس کا غزلخواں ہے

ایک سچے مسلمان کی طرح دنیائے اسلام کی زبوں حالی اور مسلم ممالک میں اتحاد کے فقدان پر شاکر صاحب رنجیدہ و دل گرفتہ ہیں - ان کی دلی تمنا ہے کہ مسلمان جو مذہب سے دور ہوکر اپنا امتیازی وصف کھو چکے ہیں اور ذلیل و خوار ہورہے ہیں - دوبارہ مذہب کی طرف لوٹ آئیں اور اقوام عالم میں ممتاز مقام حاصل کریں - وہ عالم اسلام کو اتحاد کا پیغام دیتے ہوئے کہتے ہیں :

سارے عالم کو دیا جس نے اخوت کا سبق
غیر کی دہشت سے کیوں اس کا جگر ہے آج شق

مدعٔی امن عالم برسر پیکار ہیں
اور عدو اسلام کے سرمست اور سرشار ہیں

اتحاد و اتفاق و قوم و ملّت کے لئے
گنبد خضرٰی خدا کے گھر کی حُرمت کے لئے

مذہب اسلام کی توقیر و عزّت کے لئے
اب تو ہوجائیں اِکٹھا دیں کے عظمت کے لئے

" پیام اتحاد ---- عالم اسلام کے نام "

تقریباً سبھی شاعروں کی طرح شاکر صاحب نے بھی اپنی شاعری کا آغاز غزلوں سے کیا تھا تاہم "کچھ اور چاہئے وسعت مرے بیان کے لئے" کے بمصداق آپ نظموں کی طرف مائل ہوگئے - ناکامیوں ، ٹوٹے ہوئے خوابوں اور اِقدار کی شکستگی کے اظہار کے لئے غزل کا محدود کینواس ناموزوں ہوتا ہے لہٰذا شاکر صاحب کا نظموں کی طرف مائل ہونا ایک فطری بات ہے - اس مجموعہ میں شامل چند غزلوں میں شاکر صاحب نے محبت کے پھول کِھلائے ہیں - تاہم یہ محبت ایک اعلیٰ اور ارفع جذبہ سے عبارت ہے - اگرچیکہ ان کی غزلوں میں رنگ تغزل کم ہے لیکن یہ احساس کی شاعری ہے - ان کی غزلوں میں کہیں کہیں چند شوخ رنگ بھی ملتے ہیں اور کہیں کہیں مرصع الفاظ بھی- مجموعی طور پر ان کی غزلوں میں سادگی بھی ہوتی ہے اور پُرکاری بھی -

شاکر صاحب کی غزلوں کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیے :

کیا بتاؤں میں زندگی کا مال
شام کو جیسے دھوپ ڈھلتی ہے

ہم کو جو روستم نہیں معلوم
ان کو لطف و کرم نہیں معلوم

وہ ہیں پروردہ بہار مگر
اپنی قسمت میں اک بہار نہیں

ایک مست شباب دیکھا ہے
جیسے تازہ گلاب دیکھا ہے

حُسن زیر نقاب دیکھا ہے
ابر میں ماہتاب دیکھا ہے

وہ تو آہی گئے مرے در پر
جذبہ کامیاب دیکھا ہے

ہر صنم دہر میں مسجود نہیں ہوتا ہے
کس کو سجدہ ہے روا کس کا ہے در تو دیکھو

حُسن مدہوش ہے اور محو خود آرائی ہے
عشق بیتاب ہے اور خود بھی تماشائی ہے

شہید رسم کہن نہیں ہیں قدامتوں کے جدید باغی
بدل کے معیار زندگی کو سر قدامت جگائیں گے ہم

محبت ، دوستی مہماں نوازی
یہ قصے اب تو زیب داستاں ہیں

شاکر صاحب کی شاعری پر مجموعی طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ ان کی انفرادیت، انسانی دردمندی اور فکری عناصر کی غماز ہے اور انہوں نے موضوع اور اسلوب کے ایک حسین امتزاج کو پیش کیا ہے - ان کی شاعری کی سب سے نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ وہ مسطحیت سے مبرا ہے -

★ ★ ★
★ ★
★

حمد

•••===•••

میرے مالک پالن ہار — تو ہے دلبر، تو دلدار
تو ہے آقا تو مختار ہے — ہم ہیں تیرے خدمت گار
انساں تیرا ہے شہکار — تو ہے اچھا صنعت کار
تو ہے خالق اور رزاق — تو ہے ستار و غفار
تو ہے رحمٰن اور رحیم — تو ہے قہّار وجبّار
ارض و سما پر چلتا ہے — تیرا سکّہ اور دربار
نور کے تیرے پر تو ہیں — شمس و قمر یہ برق و شرار
حُسن کے تیرے مظہر ہیں — سرو و سمن اور یہ گلزار
تیری عظمت کے ہیں گواہ — دریا، صحرا اور یہ کہسار
شاہد تیری قدرت کے — سبزہ، پودے، برگ و بار
چاند یہ سورج یہ تارے — تیری صنعت کے شہکار
اس دنیا کے گلشن میں — پھول کھلائے خوشبودار
میری نیا ڈوب نہ جائے — تو ہی لگادے اس کو پار

تو ہے نگہباں شاکر کا
راہ کٹھن ہے اور دشوار

التجا بدرگاہ الٰہی

مجھ کو صبر و قرار دے مولا
میری بگڑی سنوار دے مولا

چشم اعدا میں سرخرو کردے
حوصلہ بے شمار دے مولا

غم دوراں کو بھول جاؤں میں
کچھ تو ایسا خمار دے مولا

کہیں گرداب میں نہ پھنس جاؤں
پار کشتی اتار دے مولا

غنچۂ آرزو تو کھل جائے
ایک ایسی بہار دے مولا

سیم و زر کی نہیں مجھے حاجت
تیرے بندوں کا پیار دے مولا

مجھ کو سیرت بھی اور شخصیت
باعثِ افتخار دے مولا

مجھ گنہگار اور عاصی کو
نگہ شرمسار دے مولا

التجا بس یہی ہے شاکر کی
فن کو اس کے نکھار دے مولا

نعت

شافع امت ، ساقی کوثر
منبع رحمت ، محبوب داور
صلی اللہ علیہ و سلم

صاحب ایماں ، واقف عرفاں
مقرب یزداں ، دین کے سرور
صلی اللہ علیہ و سلم

نازش دوراں ، رشک گلستاں
مہر درخشاں ، ماہ منور
صلی اللہ علیہ و سلم

صادق و ساجد ، زاہد و عابد
مرد مجاہد ، قائد لشکر
صلی اللہ علیہ و سلم

تحفہ قدرت ، تکمیل فطرت
سایہ رحمت ، ہادی و رہبر
صلی اللہ علیہ و سلم

صاف ہے کتنا ، پاک ہے کتنا
آپ کا باطن ، آپ کا ظاہر
صلی اللہ علیہ و سلم

آپ کے در پر ، آیا ہے شاکر
نظر عنایت ، ہوجائے اس پر
صلی اللہ علیہ و سلم

فریاد بحضورؐ رسالت مآب

•••===•••===•••===•••===•••

کیا خطا میری تھی اے گنبد نشیں تو ہی بتا
کس لئے مجھ کو بنا کر امتی یہ غم دیا!

بے بس و مجبور ہوں مظلوم ہوں معصوم ہوں
تیری رحمت عام ہے پر میں ہی اک محروم ہوں

اس جہاں کے سب الم مجھ کو ہی تو نے دے دئے
رنج و غم دے کر مرے لب اس طرح کیوں سی دئے

میری ہر تدبیر بھی اک کاوش بیکار ہے
زندگی کی سانس ، ہر ایک آتشیں پیکار ہے

زر پہ میں نے ہاتھ ڈالا خاک بن کر رہ گیا
پھول کانٹا بن گیا، پر اس کو بھی میں سہہ گیا

کوئی راحت زندگی کی آج تک پائی نہیں
آہ بھی لیکن لبوں پر آج تک لائی نہیں

بے مروّت ہے زمیں تو آسماں بے درد ہے
قلب میں گرمی تو ہے پر روح میری سرد ہے

اب یہاں بیوی سسکتی ہے تو بچّے ہیں اُداس
صبر پر ہے صبر، پر امید پرچھائی ہے یاس

اک طرف مانباپ ہیں اور اک طرف بھائی بہن
تکتے ہیں خاموش جیسے باغ میں سرد و سمن

بار ہے احباب کا اب دوش پر میرے گراں
تیر بن کر قلب میں پیوست ہے درد نہاں

زخم کا مرہم نہیں احباب کی ہمدردیاں
طاقت برداشت سے باہر ہیں اب بے دردیاں

ہاں ! یہ رنگینی جہاں کی اور یہ عیشِ و نشاط
میری دنیا اور ہے ان سے نہیں کچھ ارتباط

جرم تھا میرا کیا مجھ کو بے سہارا کر دیا
کیا گنہ میرا تھا مجھ کو غم کا مارا کر دیا

تو یتیموں کا ہے وارث بے کسوں کا ہے ولی
تیرے ہوتے میرے ارمانوں کی کُٹیا کیوں جلی

مسکراہٹ چھن گئی درد و محن کے سامنے
حشر میں آئے گا شاکر تیرا دامن تھامنے

میرا بھارت

•••===•••===•••===•••

سارے جہاں سے اچھی بھارت کی سرزمیں ہے
ہر فرد کی نظر میں دلکش ہے دلنشیں ہے

پُرکیف ہیں فضائیں پُرلطف ہیں ہوائیں
مدہوش و مست بن کر ہیں جھومتی گھٹائیں

پُر نور ندیاں ہیں ، گلپوش وادیاں ہیں
برفیلی چوٹیاں ہیں ، پُر پیچ گھاٹیاں ہیں

اونچے بلند و بالا ہیں کوہسار اس کے
نغمے الاپتے ہیں سب آبشار اس کے

بھارت کی اس زمیں پر ہیں ریگ و زار و صحرا
تینوں طرف سمندر دیتے ہیں اس کا پہرا

بھارت کے جنگلوں میں طاؤس ناچتے ہیں
چیتے بھی شیر بھی ہیں ہاتھی چنگھاڑتے ہیں

مندر ہیں مسجدیں ہیں گرجا ہیں گرد و وارے
یہ معبد تقدس ہیں نور کے منارے

عیسائی اور سکھ ہیں ، ہندو ہیں اور مسلماں
اس دیس کے محافظ اس دیس کے نگہباں

دشمن سے ہم بچاکر رکھیں گے اس وطن کو
ہم خون دل سے اپنے سینچیں گے اس چمن کو

آؤ سلامتی کے مِل جُل کے گیت گائیں
اس ملک کو سجائیں اس دیس کو سنواریں

سارے جہاں میں شاکرؔ عظمت ہے آج اس کی
دے کر لہو ہمارا رکھیں گے لاج اس کی

میرا وطن ...... سرزمین کولار

...===...===...===...

رشکِ جنت ہے مجھے یہ سرزمین کولار کی
خاک ہے اکسیر مجھ کو بالیقیں کولار کی

اس زمیں نے مجھ کو بخشا ہے شعور و آگہی
اس زمیں کی خاک سے وابستہ میری زندگی

ہے مروت کی محبت کی شرافت کی زمیں
پیار و اُلفت کی زمیں ہے اور چاہت کی زمیں

یہ زمیں ہے کس قدر راحت رساں میرے لئے
ہے سکونِ روح و دل اس میں نہاں میرے لئے

اس زمیں کی گود میں پل کر جواں بوڑھا ہوا
اس زمیں نے مجھ کو دینا تھا جو سب کچھ دے دیا

یہ ادیبوں شاعروں کی عالموں کی ہے زمیں
یہ زمیں ہر اک زباں کے حامیوں کی ہے زمیں

ہے یہاں کنڑا تمل ، ہندی بھی ہے تلگو بھی ہے
ان زبانوں میں ہماری اک زباں اردو بھی ہے

ہے ہماری ہی زباں تو اس زمیں کی ہر زباں
ہر زباں رکھتی ہے اندر اپنی اپنی خوبیاں

تھے یہاں بھی کیسے کیسے شاعران ذی وقار
رہ گئے ہیں چند باقی اب بطور ی

آہ! وہ فخرِ دکن اور وہ ادیبِ خوش بیاں
اب کہاں ہیں قابلِ تعظیم ایسی ہستیاں

نکتہ رس تھے نکتہ سنج و نکتہ داں
عالم و فاضل بھی تھے وہ شاعرِ رنگیں بیاں

اک منیرؔ نقشبندی تھے ابھی تک ذی حیات
اک غنیمت تھی ہمارے واسطے بھی جن کی ذات

تھے یہاں تنویرؔ و محسنؔ اور تھے تاج و خلیل
جن کے نغمے گونجتے ہیں جیسے اک بانگِ رحیل

تھے جمیلؔ خوش سیر اور تھے شمیمؔ خوش گلو
جن کے باعث تھی یہاں شعر و سخن کی آبرو

تھے یہاں عبدالعزیز عبرتؔ ، فضاؔ، انورؔ ادیب
اب ہیں عشرتؔ نورؔ و مظہرؔ اور ہیں انجمؔ ادیب

آبروئے شاعری مظلومؔ اور کشورؔ بھی ہیں
یوسفؔ و حاویؔ یہاں اور قطبیؔ و جوہرؔ بھی ہیں

ہیں امیرؔ، انورؔ، عنایتؔ اور ذاکرؔ بھی یہاں
رہ گیا ہے آج ان میں ایک شاکرؔ بھی یہاں

وہ غلام غوث تھے شعر و ادب کے قدرداں
شاعران ہند کا مرکز تھا ان کا اک مکاں

کیا گئے وہ چھوڑ کر یہ دارفانی ناگہاں
قدر دانان ہنر کا مٹ گیا گویا نشاں

سونی سونی محفلیں ہیں درد سے ہے چشم تر
یاد کرتا ہوں تو ٹکڑے ٹکڑے ہوتا ہے جگر

ہندو مسلم ڈھونڈتے ہیں امن ہی کا راستہ
دشمنی، بغض و کدورت سے نہیں کچھ واسطہ

ہیں تعصب سے بری آپس میں ہیں شیر و شکر
سازشیں ہیں شر پسندوں کی یہاں سب بے اثر

ریشم و کمخواب کی، سونے کی یہ میری زمیں
جس کا ثانی ہند میں ڈھونڈے سے بھی ملتا نہیں

یہ زمیں شاکرؔ کی ہے گہوارہ امن و اماں
چھوڑ کر ایسی زمیں جائے تو وہ جائے کہاں

شاعری کیا ہے

شاعری جو شاعرانہ ذوق کی تکمیل ہے
درحقیقت فکر اور احساس کی تحلیل ہے

کاملین فن نے اس کو کیف الہامی کہا!
یعنی ایماں، اعتقاد و رُوح کی قندیل ہے

ترجمان واردات قلب انساں ہے یہی
اور حکایات جنوں انگیز کی تشکیل ہے

ہے یہ سر دلبراں ہے یہ تفسیر بتاں
کفر و ایماں کی نہاں اس میں بڑی تفصیل ہے

شاعر و فنکار کیا یہ نوع انساں کے لئے
درس الفت کا یقیناً ایک سنگ میل ہے

شاعری شاکرؔ پسند خاطر ذوق سلیم
تابش حسن ازل کی واقعی تعلیل ہے

اعتراف عجز

•••===•••===•••===•••

خیال خام تھا میرا کہ میں بھی ایک شاعر ہوں
سخن فہمی میں یکتا ہوں سخن سنجی میں ماہر ہوں

گماں تھا ہوں بحور و تقطیع و اوزان میں کامل
گماں تھا مجھ کو قدرت ہے کنائے رمز پر حاصل

میں سمجھا تھا کہ مجھ میں ہے تغزل بھی ترنم بھی
ہیں میری شاعری میں درد و غم بھی اور تبسم بھی

مرے اشعار میں اک رنگ نو طرز کہن بھی ہے
شعور فن بھی ہے مجھ میں تو اک ذوق سخن بھی ہے

یہ تشبیہیں یہ تمثیلیں یہ بندش اور ترکیبیں
سمجھتا تھا کہ گویا میرے فن کی ہیں یہ تعبیریں

مری ہستی عروض و شاعری میں مستند ہوگی
مجھے وجہ تعلّی ایک ایم، اے کی سند ہوگی

معائب سے مبرا ہے تو ہے تنقید سے عاری
مرے قلب و ذہن پر ایک مدت زعم تھا طاری

جب اپنی شاعری پر اک نظر تحقیق کی ڈالی
قسم اللہ کی اوصاف سے آئی نظر خالی

توارد ہے کہیں تو ہے کہیں سرقہ کی بدنامی
عیوب قافیہ ہیں اور کہیں تعقید کی خامی

مسلّم ہے کہ ہوں کمزور اسباب و ذرائع میں
ہزاروں عیب ہیں پنہاں صنائع اور بدائع میں

اصول زندگی بودے مقاصد ہیں تو بے ہودہ
مسائل ہیں تو فرسودہ مضامیں ہیں تو فرمودہ

نہ کشتی ہے نہ ساحل ہے نہ مقصد ہے نہ منزل ہے
گماں آلودہ احساسات مبہم سا تخئیل ہے

میں اپنی شاعرانہ خامیوں سے خود ہی ڈرتا ہوں
غرض میں درحقیقت اعتراف عجز کرتا ہوں

میری شاعری

جلوۂ ماہتاب میں تم ہو
تابش آفتاب میں تم ہو

برق و آتش میں آب میں تم ہو
باد و باراں سحاب میں تم ہو

چاند تاروں کی آب میں تم ہو
آب و تاب شہاب میں تم ہو

رنگ بن کر گلاب میں تم ہو
حسن بن کر نقاب میں تم ہو

بند کلیوں کے خواب میں تم ہو
ہر معطر گلاب میں تم ہو

حُسن کے ہر حجاب میں تم ہو
عشق کی ہر کتاب میں تم ہو

دل کے ہر پیچ و تاب میں تم ہو
بن کے نغمہ رباب میں تم ہو

قلب کے اضطراب میں تم ہو
میری چشم پُرآب میں تم ہو

دشت و صحرا سراب میں تم ہو
دہر کے انقلاب میں تم ہو

ذہن و دل کے عذاب میں تم ہو
عشق خانہ خراب میں تم ہو

تم کہاں ہو کہاں نہیں ہو تم
کتنی دلکش ہو دلنشیں ہو تم

پیام یکجہتی

مرا پیغام ہے انسانیت کا آدمیت حُب قومی کا
ملاپ اور بھائی چارہ کا ، محبت ایک جہتی کا

مرے اہل وطن سنجیدگی سے کام لینا ہے
کہ ہر رنج و مسرّت میں ہمیں مِل جُل کے رہنا ہے
ہمیں ہرگز نہیں جذبات کے دھارے میں بہنا ہے
یہ سوچو ! اس زمیں پر ہی ہمیں جینا ہے مرنا ہے

تعصّب اور عداوت کا بُرا انجام دیکھا ہے
کدورت اور نفرت کا یہی انعام دیکھا ہے
لہو انسان کا بہتے ہوئے ہر گام دیکھا ہے
یہی منظر گلی کوچوں میں صبح و شام دیکھا ہے

ہمارے باہمی جھگڑے ہمیں بدنام کرتے ہیں
ہمارے راز پوشیدہ کو طشت ازبام کرتے ہیں
مقاصد میں ہمارے یہ ہمیں ناکام کرتے ہیں
ہماری غلطیوں کوتاہیوں کو عام کرتے ہیں

ہماری زندگی کا ماحصل پیار و محبت ہو
ہماری زیست کا مقصد صداقت اور مروّت ہو
ہمارا مدّعا اپنے وطن کی شان و عظمت ہو
ہمارے ملک کے دستور کی دنیا میں عزّت ہو

اب آؤ ایک مرکز پر تمہیں آواز دیتا ہوں
سناؤ نغمۂ وحدت صدا اور ساز دیتا ہوں

"وہ دور اب بھی آئے گا"

مرے وطن کے ساتھیو ! بھٹک گیا ہوں راستہ
دکھادو راستہ مجھے خدا کا تم کو واسطہ
وہ مشک بُوگھٹا نہیں وہ عنبریں فضا نہیں !
وہ بوئے دوستی نہیں ، خلوص کی ادا نہیں !
عداوتیں یہ نفرتیں ، یہ جہل کی علامتیں
کہاں گئیں روایتیں کہ آگئیں کدورتیں ! !
کدورتوں نے کردیا جدا تو ہم کو کیا ہوا
وہ دور اب بھی آئے گا، گیا ہوا، گیا ہوا

وہ محفلیں نہیں رہیں وہ رونقیں نہیں رہیں
وہ مرحلے نہیں رہے وہ منزلیں نہیں رہیں
بھٹک رہا ہے قافلہ کہ میر کارواں نہیں
وہ علم و فن نہیں رہے وہ فن کے قدرداں نہیں
کلی کلی اداس ہے ہر ایک گُل ہے غمزدہ
نہ اب وہ مئے رہی یہاں نہ بادہ خوار و میکدہ
میرے عزیز ساتھیو ! بتاؤ ان کو کیا ہوا
وہ دور اب بھی آئے گا، گیا ہوا، گیا ہوا

کڑک رہی ہیں بجلیاں وہ چل رہی ہیں آندھیاں
کرو کہ فکر تم ذرا ! اجڑ رہا ہے گلستاں
یہ قتل وخوں کی بولیاں ، یہ موت کی درندگی
یہ نفرتیں یہ دشمنی ، نہیں ہے کوئی زندگی
مرے عزیز دوستو ! خدا بھی کوئی چیز ہے
کرو کہ رحم تم ذرا ، اگرچہ کچھ تمیز ہے
سوا خدا کے آج تک کوئی نہیں خدا ہوا
وہ دور اب بھی آئے گا، گیا ہوا، گیا ہوا

وہی ہے وادیِ وطن ، وہی ہیں گنگ اور جمن
وہی بہار اور خزاں وہی ہیں گلشن و چمن
وہی ہیں اختر و نجم ، وہی ہیں مہر و ماہ بھی
وہی ہیں روز و شب ابھی ، وہی ہے رسم و راہ بھی
وہی فضا و ہی سماں ، وہی زمیں و آسماں
وہی ہے اب بھی زندگی ، وہ امن و عافیت کہاں
مرے عزیز ساتھیو ! وہ عہد امن کیا ہوا
وہ دور اب بھی آئے گا ، گیا ہوا ، گیا ہوا

اُدھر ہیں دشمنوں سے اب لڑائیوں کے سلسلے
اِدھر وطن میں چار سو دفاع غذا کے مسئلے
یہ دشمنوں کے قہقہے ، یہ دوستوں کی دشمنی
ہے وقت آگیا بُرا ، بڑی کٹھن ہے زندگی
مرے وطن کے ساتھیو ! یہ عہد فکر و غور ہے
بچاؤ اپنے دیس کو یہ کشمکش کا دور ہے

مرے رفیق و دوستو ! وہ دور امن کیا ہوا
وہ دور اب بھی آئے گا، گیا ہوا، گیا ہوا

تمہاری عزوشان کی زمین ہند ہے گواہ
ہمالیہ سے پوچھ لو کہ کس نے دی تمہیں پناہ
وہ رام کی کہانیاں ، وہ بھیم کی بہادری
اشوک و ہرش کی ابھی مٹی نہیں ہے برتری
وہ رانجھ کی محبتیں وہ ہیر کی کہانیاں
مٹی نہیں ہیں دیس کے وقار کی نشانیاں
ابھار دو انہیں ذرا کہ نقش ہے مٹا ہوا
وہ دور اب بھی آئے گا، گیا ہوا، گیا ہوا

نظر میں دیوتا بنے ہر ایک ذرہ وطن
وطن بہشت ہو تمہیں وطن کو سمجھنے چمن
وطن کی آبرو ہو تم وطن کی آن و جان ہو
وطن پہ تم نثار ہو یہی تمہاری شان ہو
یہ وقت کی پکار ہے تقاضہ امن بھی ہے
تمہارے دوش ناز پر حفاظت وطن بھی ہے